Fikr-o-Nasar (Islamabad) 37:2 (1999)

فکر و نظر ۔۔۔ اسلام آباد جلد: ۳۷ شمارہ: ۲

امام محمد بن حسن الصاغانی کی خدمت حدیث

ڈاکٹر محمد طفیل ☆

اسلامی ادب پر سرسری نظر ڈالی جائے تو یہ امر عیاں ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنی دینی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے قرآن حکیم کے بعد سب سے زیادہ توجہ حدیث نبوی ﷺ پر دی ہے۔ کیونکہ حدیث اسلامی شریعت کا دوسرا ماخذ اور قرآن حکیم کی عملی تفسیر ہے۔ چنانچہ دنیا کے ہر خطے میں حدیث اور اس کے متعلقہ علوم پر بلند پایہ اور سنجیدہ کام ہوئے۔ تدوین حدیث کے ابتدائی مراحل میں محدثین نے ایک ایک حدیث اور روایت کے حصول و تصدیق کے لیے ہزاروں میل کا سفر پیدل طے کیا۔ پھر حدیث کی تدوین ہو جانے پر اس میں سے کھرا کھوٹا الگ کرنے کے لیے روایت اور درایت کے قیمتی اور نادر اصول وضع کیے اور حدیث کو روایت کرنے والے خوش نصیبوں کے تذکرے ضبط تحریر میں لائے گئے۔ مزید برآں احادیث کو سہل اور عام فہم بنانے کے لیے ان کی لغات، شروح اور حواشی کا اضافہ کیا گیا اور اسی طرح روز بروز پیش آمدہ مسائل کا حل حدیث سے تلاش کرتے ہوئے اس کی مختلف تشریحات اور تعبیریں بھی منظر عام پر آئیں تاکہ جدید مسائل کے حل میں حدیث نبوی ﷺ سے کماحقہ استفادہ کیا جا سکے۔

حدیث کی تدوین و تبویب کے ابتدائی دور میں مکہ، مدینہ، عراق، شام وغیرہ حدیث کے مراکز بنے۔ جبکہ اس کے بعد اسلام اور مسلمانوں کی وسعت کے ساتھ ساتھ اندلس، خراسان، بخارا، آذر بائجان اور ماوراء النہر وغیرہ بھی حدیث کے مراکز و منابع قرار پائے۔ اور اسی طرح اسلام کے ساتھ حدیث بھی برصغیر میں داخل ہوئی۔ برصغیر کے علماء نے حدیث کے میدان میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ علی المتقی کی کنز العمال،

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، فیکلٹی آف اصول الدین، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

ملا طاہر پٹنی کی غریب الحدیث اور شاہ ولی اللہ کی مساعی اس کی عمدہ مثالیں ہیں۔ نیز شروح و حواشی کے میدان میں بھی برصغیر کے علماء نے نمایاں خدمات انجام دیں جس کی ایک طویل فہرست ہے۔ برصغیر میں حدیث اسی وقت پہنچی جب مسلمان لشکر محمد بن قاسم کی قیادت میں اس پر اسلام کا پرچم لہرانے میں کامیاب ہوگیا۔ غزنویوں (۳۸۸۔۵۸۲ھ) کی پنجاب میں آمد کے ساتھ مسلمانوں پر دنیا کے اس خطہ کے دروازے کھل گئے اور اب اہل علم، صوفیاء اور مبلغین نے اسلام کی اشاعت کے لیے اس علاقے پر خصوصی توجہ دی۔ چنانچہ شیخ محمد اسماعیل لاہوری (م۴۴۸ھ) پہلے مبلغ تھے۔ جو ۳۹۵ھ میں اسلام کی اشاعت کے لیے بخارا سے لاہور تشریف لائے اور وہیں قیام پذیر ہوئے۔(۱) جس کی وجہ سے وہ لاہوری کہلاتے ہیں۔ ان کے بارے میں رحمان علی لکھتے ہیں۔ "از علمائی محدثین و مفسرین بود"۔(۲)

اورڈاکٹر محمد اسحاق نے لکھا۔

> **The traditionist whose memory has been associated with the introduction of Hadith into Lahore was Shaykh Ismail al-Lahori.**(۳)

شیخ محمداسماعیل نے لاہور میں حدیث کا جو پودا لگایا تھا۔ ابوالحسن علی بن عمر لاہوری(م۵۲۹ھ) ابوالفتوح عبدالصمد بن عبدالرحمٰن لاہوری (م۵۵۰ھ) ابوالقاسم محمد بن خلف لاہوری (م۵۴۰ھ) وغیرہ نے اس پودے کی آبیاری کی۔ تاہم ان بزرگوں نے اپنے عہد کے دیگر اہل علم کی طرح حدیث کی روایت کو زبانی طور پر آگے بڑھایا اور ان کی جانب سے تحریری شکل میں ہم تک کچھ نہیں پہنچا۔ تاآنکہ رضی الدین حسن بن محمد بن حسن بن حیدر بن علی بن اسماعیل القریشی العدوی العمری الحنفی(۴) الصاغانی الملاہوری کا دور آتا ہے۔

امام صاغانی اپنے دور کے نامور محدث، فقیہہ اور لغوی تھے وہ حنفی فقہ سے منسلک تھے۔ علم اللغۃ کے یہ مشہور امام ۵۷۷ھ میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ یہیں نشوونما پائی۔ اپنے والد محمد اور یہاں کے دیگر اہل علم سے تعلیم حاصل کی۔ چنانچہ مورخ کفوی (التوفی ۹۹۰ھ) اپنی کتاب اعلام الاخیار میں لکھتے ہیں۔ " واخذ عن والده وحصل ووصل

و کمل۔ (۵) جب آپ تکمیل علوم کر چکے تو سلطان قطب الدین ایبک نے لاہور کی قضاء پیش کی مگر وہ تحقیق و تدریس سے زیادہ دلچسپی رکھتے تھے اس لیے انہوں نے یہ عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور غزنہ منتقل ہو کر کچھ مدت تک تعلیم و تدریس میں مصروف رہے۔ پھر عراق اور عرب کے علماء سے استفادہ کرتے رہے۔

۶۱۷ھ میں عراق کے خلیفہ الناصر (م ۶۴۲ھ) کی طرف سے سلطان التمش کے دربار میں سفیر بن کر ہندوستان آئے۔(۶) یہاں امام صاغانی نے چھ سات برس قیام کیا اور اس دوران میں ہندوستان کے مشہور خطوں سندھ اور پنجاب کی سیاحت بھی کی اور تعلیم و تعلم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ دوسری مرتبہ المستنصر باللہ (م ۶۳۴ھ) نے ملکہ ہند رضیہ سلطانہ کے دربار میں ہندوستان میں بطور سفیر بھیجا مگر وہ جلد ہی واپس بغداد چلے گئے۔ انہوں نے ۶۵۰ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ ان کے شاگرد شیخ شرف الدین دمیاطی کا بیان ہے کہ " میں ان کے دفن کے وقت موجود تھا۔ بغداد میں دفن ہونے کے کچھ روز بعد حسب وصیت ان کی خاک مکہ معظمہ منتقل کی گئی، جس کی غرض سے وہ معقول رقم چھوڑ گئے تھے۔(۷) اور فضل بن عیاض کے پڑوس میں دفن ہوئے"۔ (۸)

امام صاغانی علم لغت کے بہت بڑے امام تھے۔ بلاد عرب و عجم میں وہ لغوی کی حیثیت سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ اب تک ان پر جو بھی کام ہوا ہے ان میں سے اکثر و بیشتر یا تو ان کے سوانحی خاکے پر یا ان کی لغت نویسی اور لغت کی کتابوں پر ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے ان کے بارے میں جب بھی حوالہ دیا جاتا ہے تو " قال الصاغانی لغوی" کہا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ لغت کے بہت بڑے امام اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں، کہ پاکستان کی خاک ان پر جتنا بھی فخر کرے وہ کم ہے اور لغت کے میدان میں ان کی تحریروں کو سند کا درجہ حاصل ہے اور عجمی ہونے کے باوجود انہوں نے لغت کے موضوع پر نہ صرف اہل عرب پر سبقت حاصل کی بلکہ ان کی بے شمار غلطیوں کی بھی امام صاغانی نے نشاندہی کی ہے، جس کی تفصیل اس جگہ مقصود نہیں ہے۔(۹) البتہ یہ امر ملحوظ رہے کہ

فاضل صاغانی امام لغت ہونے کے ساتھ بلند پایہ فقیہہ اور صاحب تصانیف محدث بھی تھے۔ چنانچہ الدکتور سامی مکی السامی لکھتے ہیں:(۱۰)

"شیخ وقته و مقدم اہل زمانه فی علم اللغه و فن الادب مع معرفته بعلم الحدیث والتفسیر والفقه علی مذهب ابی حنیفه" (۱۱)

"کہ وہ لغت کے امام اور مرجع خواص و عوام ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے حدیث، تفسیر اور فقہ کے فاضل تھے اور امام اعظم کی فقہ کے پیرو تھے"۔ ہم اس مختصر سی تحریر میں امام صاغانی کی لغت نویسی پر بالکل گفتگو نہیں کریں گے۔ بلکہ اپنی گفتگو کو ان کی خدمت حدیث تک محدود رکھنے کی کوشش کریں گے اور اس ضمن میں ہم امام صاغانی کی علم حدیث سے رغبت، علم حدیث میں ان کے اساتذہ و مشائخ، فن حدیث میں ان کا طریق کار، ان کی کتب حدیث کی نشان دہی اور ہمارے پاس اُن کی جو کتب حدیث موجود ہیں ان پر تفصیلی تبصرہ پیش کریں گے۔

امام صاغانی کو بچپن ہی سے لغت اور دیگر علوم کے ساتھ ساتھ حدیث کی باقاعدہ تعلیم دی گئی تھی۔ چنانچہ جب وہ بچے ہی تھے اور وہ اپنے والد گرامی سے تعلیم پاتے تھے اس وقت بھی وہ اساتذہ حدیث سے لاہور میں حدیث کی تعلیم پاتے تھے چنانچہ حضرت نظام الدین اولیاء نے لکھا ہے:

"مگر در آنچه بلاهور بود، وآن جا استاذی بوده است، مردے بزرگ، و صاحب ولایت بود"(۱۲) یہی نہیں امام صاغانی کو حدیث پڑھنے اور پڑھانے کا اس قدر شوق تھا کہ وہ جہاں بھی جاتے تھے لغت کے ساتھ ساتھ حدیث کے علم و تعلیم سے خصوصی تعلق پیدا کرتے تھے۔ چنانچہ ہندوستان میں مختلف اوقات میں اپنے قیام کے دوران میں امام صاغانی نے نہ صرف حدیث کا باقاعدہ سماع کیا بلکہ اس کی تدریس بھی جاری رکھی اس سلسلے میں شمس الدین ذہبی لکھتے ہیں۔ کہ امام صاغانی نے ہندوستان میں ان علمائے حدیث سے حدیث کا سماع کیا۔

سمع بالهند من القاضی سعد الدین خلف بن محمد الکردی الحسن آبادی، والنظام محمد بن الحسن المرغنیانی۔ ڈاکٹر احمد خان (الفاروق) نے اپنے مقالے میں لکھا ہے۔ فتجول بالهند وسمع الحدیث"۔(۱۴) اور صاغانی کے اساتذہ میں صاحب الهدایہ ابو حفص عمر المرغینانی کے نام کا اضافہ کیا ہے۔

جب امام صاغانی ہندوستان میں سفیر ہو کر آئے تو سفارت کے فرائض ادا کرنے کے دوش بدوش وہ علمی کاموں اور خاص طور سے تدریس و ترویج حدیث میں بھی مشغول رہے ، ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی نے صاحب سرور الصدور (قلمی) کے حوالے سے ایک قول نقل کیا ہے، جسے شیخ فرید الدین ناگوری نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے :

"انه کان فاضلاً محدثا سمع الناس عنه کتابه، "مصباح الدجی" فی یوم واحد و سمع عنه بمدینة ناگور قاضی حمید الدین و قاضی جمال الدین وغیرهما۔"(۱۵)

ہندوستان کے علاوہ بہت سے دوسرے ملکوں سے بھی امام صاغانی نے سند حدیث حاصل کی۔ جس کی تائید عبدالقادر القرشی (التوفی ۷۷۵ھ) کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ " وسمع مکة و عدن والهند" ۔ لیکن القرشی نے بغداد کا ذکر نہیں کیا۔ یہاں صاغانی نے حدیث پورے شغف و انہاک سے سنی اور اس کی روایت کی۔ بغداد میں امام صاغانی کی علمی مصروفیات اور خدمت حدیث کا ذکر ہم بعد میں کریں گے۔ اگرچہ یہ تفاصیل کہیں بھی دستیاب نہیں ہیں کہ صاغانی نے کون سی کتاب حدیث کس استاد سے اور کس جگہ سنی یا اس کی سند حاصل کی؟

امام صاغانی کے اپنے ایک بیان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے سنن ابوداو اور کئی دوسری کتب حدیث کا سماع مکہ مکرمہ میں کیا تھا۔ العباب الذاخر واللباب الفاخر میں صاغانی لفظ "جمع" کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔ "کنت سمعت هذا الحدیث بمکة احرسها الله تعالی، وقت سماعی سنن ابی داؤد۔ ذلك فی سنة ست مائة" یہی وجہ ہے کہ وہ جب پہلی مرتبہ ۵۹۹ھ میں حج کے لیے گئے، تو پانچ سال تک مکہ مکرمہ میں قیام

پذیر رہے اور انہوں نے وہاں کے نامور محدثین سے حدیث کا درس لیا۔

صاغانی نے العباب میں بئر بضاعہ کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "دخلت البستان الذی فیه بئر بضاعة و قدّرت رأس البئر بعمامتی فکان کما قال ابو داوٗد"۔ اس قول سے ایک طرف تو اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ محدث صاغانی نے سنن ابو داوٗد مکہ مکرمہ میں کسی نامور محدث سے سبقاً سبقاً پڑھی اور دوسری جانب حدیث میں امام صاغانی کے انہماک اور قدیم محدثین کی آراء کا خود عملی جائزہ لینے کے شوق کا پتہ چلتا ہے۔ اس روایت سے ہمیں یہ اضافی فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ ابو داوٗد سجستانی کے بعد ساتویں صدی ہجری کے اوائل تک کنواں "بضاعہ" درست اور صحیح حالت میں موجود تھا۔

ذہبی نے اپنی تاریخ اسلام میں سال ۶۵۰ھ کے تحت امام صاغانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے "قد سمع الصاغانی بمکة من ابی الفتوح نصر بن ابی الفرح بن محمد علی البغدادی فی سنة (م۶۱۹ھ) تسع عشر و ستمائة"۔

بغداد میں قیام کے دوران امام صاغانی نے حدیث سے اپنا گہرا تعلق قائم رکھا اور نہ صرف انہوں نے وہاں حدیث کا سماع کیا، بلکہ وہاں کے علماء پر تنقید بھی کی۔ شواہد سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام صاغانی جب لاہور سے بغداد گئے تو اس وقت بغداد میں ایسے لوگ کم پائے جاتے تھے، جنہیں بیک وقت لغت اور حدیث میں مہارت تامہ حاصل ہو۔ چنانچہ امام صاغانی نے جب عروس البلاد بغداد میں قدم رنجہ فرمایا تو اس وقت وہاں لفظ "قراریط" کے بارے میں لاینحل بحث موجود تھی۔ چنانچہ صاغانی لکھتے ہیں:

> "قدمت بغداد سنة خمس و ست مائة (۶۰۵ھ) وھی اول قدومی الیھا، سألنی بعض المحدثین عن معنی "القراریط" فی حدیث ابی ھریرة، فقلت المراد به قراریط الحساب فقال سمعنا۔ ان القراریط اسم جبل او موضع، فانکرت کل الانکار۔ وھو مصر علی ما قال کل الاصرار"۔(۱۹)

صاغانی نے لفظ "قراریط" سے جو معنی مراد لیا ہے۔ وہ انہوں نے اپنی دوسری مشہور لغوی تصنیف "مجمع البحرین" میں اس طرح بیان کیا ہے۔

القراریط و یقال القراریط حب الحمراء و هو التمر الهندی۔[٢٠]

لیکن الفاظ حدیث اور رسول اکرم ﷺ کی طرف ان کی نسبت کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل بغداد کا موقف صحیح تھا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "کنت ارعاها علی قراریط لاهل مکة" [٢١] کہ میں قراریط پر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ جبکہ نبی کریم ﷺ نے بکریاں چرانے کا کوئی عوضانہ قبول نہیں کیا۔

بغداد میں محدث صاغانی نے ابو منصور، ابن الرزاز اور سعود بن محمد البغدادی (م۶۱۶ھ) سے سماعت حدیث کیا، جیسا کہ ذہبی نے بصراحت تحریر فرمایا کہ صاغانی نے بغداد میں ابو منصور بغدادی سے حدیث سنی۔ اور یہ حقیقت بھی عیاں ہے کہ امام صاغانی نے حدیث کی صرف مشہور اور مروجہ کتابوں کا سماع ہی نہیں کیا، بلکہ بغداد میں انہوں نے بعض ایسی کتابوں کا سماع بھی کیا جو اس دور میں عموماً مروج نہیں تھیں۔ چنانچہ وہ خود اپنی لغوی تصنیف "العباب" میں مادہ "شوش" کے ذیل میں رقم طراز ہیں۔

الهیثم بن کلیب بن شریح بن معقل الشاشی (م۳۳۵ھ) صاحب المسند الکبیر۔ قال الصاغانی، مولف هذا الکتاب، سنده عندی، و هو سماعی، ولم اجد ببغداد نسخة منه سوی ماعندی۔[٢٢]

ان سب شواہد سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام صاغانی حدیث کی روایت اور سماع کے حصول میں کس قدر کوشاں رہتے تھے۔ اسی طرح جب وہ یمن تشریف لے گئے تو وہاں بھی انہوں نے نامور محدثین سے حدیث کی روایت حاصل کی۔ چنانچہ تاریخ ثغر عدن میں مذکور ہے۔

" وسمع الصغانی الحدیث بالیمن من المحدث الشهیر ابراهیم بن احمد بن سالم القرطی۔ و یخبرنا ابن المجاور، ان المحدث

المذکور أخذ من الصغانی نفس الوقت۔(۲۳)

یمن میں قیام کے حالات ابن ابی مخرمہ نے تفصیل سے ان الفاظ میں تحریر فرمائے ہیں۔

"قدم الیمن مراراء فاقام فی عدن فقصد جمع من الفضلاء والعلماء واخذوا عنه"

اسی طرح ابن ابی مخرمہ نے اس امر کی بھی وضاحت کی ہے کہ امام صاغانی عدن میں امام خطابی کی معالم السنن کا درس دیا کرتے تھے۔

"کان یُقرء علیه بعدن معالم السنن للخطابی"۔(۲۴)

اور ان مشاغل سے جو وقت فارغ بچتا تھا۔ اس میں وہ الجامع الصحیح للبخاری ہاتھ سے لکھ کر مفت تقسیم کیا کرتے تھے، چنانچہ ابن ابی مخرمہ ہی رقم طراز ہیں۔

"کتب بیده نسخا من صحیح البخاری و اوقفها"

نیز ہر مقام پر جا کر امام صاغانی نے حدیث کی سند کے حصول کی طرف خصوصی توجہ دی۔ اس کام سے انہیں جو فوائد حاصل ہوئے وہ ان کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "العباب" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"قد سمعت من الاحادیث البسلسلة بمکة، حرسها الله تعالیٰ، والهند والیمن وبغداد ما بینت علی اربع مائة حدیث، ولم یبلغنی ان احدا اجتمع هذا العدد من المسلسلات وانشد شعره.

الحمدلله حمدا دائما ابدا اعطانی الله مالم یعطه احدا"۔(۲۶)

ان کے اس تبحر علمی اور حدیث میں بلند مقام کو ان کے عہد سے لے کر آج تک تمام اصحاب تذکرہ نے سراہا ہے۔ یاقوت ابن الفرطی، کتبی، وھبی، سیوطی، زرکلی، حاجی خلیفہ غرض ہر مورخ اور تذکرہ نگار نے ان کی امامت فی الحدیث کا اعتراف کیا ہے اور ان کے شاگرد شرف الدین ابی محمد عبدالرحمٰن بن خلف الشافعی الدمیاطی المتوفی ۷۰۵ھ کا قول ہے کہ وہ لغت، فقہ اور حدیث تینوں کے امام تھے۔ روایت حدیث کے ضمن میں

فوات الوفیات کے مصنف نے انہیں ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے، " وهو صادق فی الحدیث" اور حضرت نظام الدین اولیاء نے امام صاغانی کے بارے میں لکھا ہے ان کے مرتبے اور شان کو کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا ہے ان کے الفاظ ہیں " اما در علم حدیث از همه ممتاز و هیچ کس مقابل او نبود"۔(۲۸)

یہاں تک تو ہم نے اس امر کی وضاحت کی کہ امام صاغانی نے علم حدیث کی روایت کہاں کہاں سے حاصل کی اور اس ضمن میں ہم نے اس بات کا بھی ذکر کیا کہ انہوں نے کون کون سی کتب حدیث کس جگہ پڑھیں؟ اور کون سی کتب کہاں پڑھائیں۔ نیز علم حدیث میں انہیں کیا مقام حاصل ہے۔

اب ہم سطور ذیل میں امام صاغانی کی ان تصانیف کا فرداً فرداً ذکر کرتے ہیں۔ جو علم حدیث میں ان سے یادگار پائی جاتی ہیں۔

۱۔ مشارق الانوار النبویه" فی صحاح الاخبار المصطفویه"۔ یہ کتاب کئی بار طبع ہو چکی ہے اور امام صاغانی کی حدیث میں مقبول ترین کتاب ہے۔ اس کا تفصیلی تذکرہ ہم بعد میں کریں گے۔

۲۔ مصباح الدجی فی حدیث المصطفی۔ محدث صاغانی کی حدیث کے موضوع پر دوسری تصنیف ہے جب وہ سفیر بن کر ہندوستان آئے تو ہندوستان میں قیام کے دوران وہ اس کتاب کا ایک دن میں درس دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ سابقاً ذکر ہوا اور صاغانی نے خود مشارق الانوار کے مقدمے میں اس بات کا ذکر کیا ہے۔(۲۹) عبدالطیف نے ہمیں بتایا ہے کہ یہ کتاب محذوف الاسانید ہے۔(۳۰) چونکہ ایک دن میں پڑھائی جاتی تھی۔ اس لیے مختصر ہے۔

۳۔ الشمس المنیرة۔ بروکلمن نے ذکر کیا ہے کہ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ مشہد میں موجود ہے۔(۳۱) اور اس کا ذکر بھی امام صاغانی نے مشارق الانوار کے مقدمے میں کیا ہے۔

۴۔ کشف الحجاب عن احادیث الشهاب، یہ کتاب القضاعی (م ۴۵۴ھ) کی مشہور

کتاب "شہاب الاخبار" کی تہذیب ہے۔ ڈاکٹر سامی نے ہدیہ العارفین کے حوالے سے اس کتاب کا نام ضوء الشہاب للقضاعی نقل کیا ہے۔(۳۲) ڈاکٹر محمد اسحاق اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں :

Al Saghani edited al-Qudai,s Kitab al Shehab with the symbols of Sahih, Daif, and Maudu against each and arranged it on the lines of the mashariq-al-Anwar.(۳۳)

۵۔ الرسالة فی الاحادیث الموضوعة۔ یہ رسالہ قاہرہ سے ۱۳۰۵ھ میں "اللؤلؤالمرصع" کے ساتھ طبع ہو چکا ہے اور ہندوستان میں بھی چھپ چکا ہے۔ اس کے قلمی نسخے بھی دنیا کے بہت سے کتب خانوں میں موجود ہیں۔(۳۴)

۶۔ درجات العلم والعلماء۔ اس کتاب کا ذکر زبید احمد نے اتحاف النبلاء کے حوالے سے کیا ہے۔(۳۵)

۷۔ کتاب اسماء شیوخ البخاری۔ اس کتاب کا ایک نسخہ مکتبہ چلپی زادہ(۳۶) میں ۶۸ نمبر پر موجود ہے۔

۸۔ زبدة المناسك۔ اس کتاب کا ذکر بھی اتحاف النبلاء نے ہی کیا ہے۔

۹۔ شرح صحیح البخاری۔ امام صاغانی نے یہ شرح لکھنے کا آغاز کیا تھا، لیکن وہ صرف ایک ہی جلد لکھ پائے اور اس کی بھی تکمیل نہیں ہو سکی۔ ڈاکٹر محمد اسحاق لکھتے ہیں :

A short commentary of Sahih'al- Bokhari

۱۰۔ در السحابة فی مواضع وفیات الصحابة۔ جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے، کہ اس کتاب میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے مقامات وفات کی نشان دہی کی گئی ہے اور یہ کتاب حروف تہجی کی ترتیب سے مرتب کی گئی ہے۔(۳۸) لیکن اس کتاب کے کسی نسخہ کا علم نہیں ہو سکا۔ کیونکہ کتب حوالہ اس بارے میں خاموش ہیں۔

۱۱۔ کتاب الضعفاء والمتروکین فی روایة الحدیث۔[۳۹] اپنے نام کی مناسبت سے یہ کتاب متروک اور ضعیف روایات حدیث سے بحث کرتی ہے۔ کتب حوالہ سے اس کتاب کے کسی نسخہ کا علم نہیں ہو سکا۔

۱۲۔ الدرالملتقط فی تبین الغلط۔ یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے، جسے ڈاکٹر سامی نے تحقیق و حواشی کے ساتھ طبع کر دیا ہے۔ اس پر ہم تفصیل کے ساتھ آئندہ صفحات میں گفتگو کریں گے۔

۱۳۔ رسالة فی الاحادیث الانوار فی صدر التفسیر فی فضائل القرآن و غیرھا۔ ڈاکٹر سامی نے اپنے مقالے مطبوعہ مجلہ کلیہ الامام الاعظم شمارہ ۱ ج۱، صفحہ ۱۴۳ کے حاشیہ پر یہ عبارت نقل کی ہے۔ ذکر الدکتور عزہ حسن " فوجدت نسخة المخطوطة فی خزائنة استانبول المختلفة، واخذت منها بالتصویر نسخة کاملة لاجزاء متفرقة لخزانة (مکتبة)مجمع اللغة العربیة بدمشق"[۴۰]

اس مقام تک ہم نے الصاغانی کا علم حدیث سے تعلق ، ان کی حدیث کی تعلیم و تدریس اور حدیث کے موضوع پر ان کی تصانیف کا نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیا۔ اب ہم ان کتب کے حوالے سے تفاصیل بیان کرتے ہیں، جن تک ہماری رسائی ہو سکی۔ مذکورہ بالا تیرہ کتب حدیث میں سے امام صاغانی کی صرف دو تصانیف تک ہماری رسائی ہو سکی ہے اور وہ ہیں :

الف) الدر الملتقط فی تبیین الغلط

ب) مشارق الانوار النبویة فی صحاح الاخبار المصطفویة۔

موضوع احادیث ۔ ایسی احادیث کو کہتے ہیں جن کی نسبت نبی اکرم ﷺ کی طرف ثابت نہیں ہوتی وہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے علاوہ دوسرے لوگوں کے اقوال ہوتے ہیں۔ لیکن انہیں غلط طور پر نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ یا بعض مقولے جو لوگوں کی زبانوں پر حدیث کی طرح رائج ہو گئے، جیسے کہا جاتا ہے کہ " کل طویل احمق الاعمر" یا "کل صغیر فتنة الاعلی" یہ اور ان جیسے لا تعداد مقولوں کو حدیث نبویؐ

سے الگ کر کے صحیح احادیث کی نشاندہی کرنے کے لیے مسلمان علماء حدیث نے بہت سے اصول وضع کیے، تاکہ صحیح احادیث کی حفاظت اور ان پر عمل کیا جا سکے اور ایسی عربی عبارات کو جدا کیا جا سکے جو درحقیقت احادیث نہیں ہیں۔ دیگر علماء حدیث کی طرح امام صاغانی نے بھی، اس فن کو وقت کی اہم ضرورت قرار دے کر، اس موضوع پر خصوصی توجہ دی اور اس اہم علمی میدان میں دو رسالے تصنیف کیے۔

الف) رسالة فی الموضوعات

ب) الدرالملتقط فی تبیین الغلط

پہلے رسالے تک رسائی نہیں ہو سکی ، اس لیے اس پر ہم کلام نہیں کر سکیں گے۔ تاہم دوسرا رسالہ ہمارے پیش نظر ہے اس لیے اس پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں ، چنانچہ امام صاغانی اس رسالے کی تصنیف کی غرض و غایت خود اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

" وقد کثرت فی زماننا الاحادیث الموضوعة، یرویها القصاص علی رؤس المنابر و المجالس، و یذکرها الفقراء والفقهاء فی الخوانق والمدارس، و تداولت فی المحافل، واشتهرت فی القبائل، لقلة معرفة الناس بعلم السنن، وانحرافهم عن السنن"۔

وہ آگے چل کر اسی صفحہ پر مزید لکھتے ہیں:

" وهذه احادیث و ضعت علی رسول الله ﷺ و افتریت علیه، واوردها کثیر من ینسب الی الحدیث فی مصنفا تهم، ولم ینبهوا علیها"۔

مذکورہ بالا عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام صاغانی کی یہ کوشش تھی کہ وہ موضوع اور صحیح احادیث اس طرح الگ الگ کر دیں کہ مسلمانوں پر کوئی التباس باقی نہ رہے۔

امام صاغانی کے زیر نظر رسالے کے مآخذ پر نظر ڈالی جائے تو امام قضاعی کی کتاب " الشهاب فی المواعظ والاداب " اور الاقلیشی احمد بن محمد(م۵۵۰ھ) کی کتاب

" النجم من کلام سیّد العرب والعجم" ان کے بنیادی مصادر قرار پاتی ہیں۔ جیسا کہ خود امام صاغانی نے ذکر کیا ہے۔ لیکن دقت نظر سے مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ امام صاغانی نے بعض ایسی احادیث بھی زیر نظر رسالے میں شامل کی ہیں۔ جو مذکورہ بالا دونوں کتابوں میں موجود نہیں ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر سامی لکھتے ہیں :

وبالاضافة الی هذین الکتابین، ذکر الصاغانی الاحادیث مما یجری فی کلام الناس و کتبهم معزوا الی النبی ﷺ مما لم تتضمنه کتابان المشار الیهما"

ان دونوں کتابوں کے علاوہ جن مصنفین کی کتابوں سے محدث صاغانی نے استفادہ کیا، ان کی نشاندہی الرسالة المستطرفه کے مصنف علی بن محمد الکتانی نے کی ہے وہ مذکورہ صدر دونوں کتابوں کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں۔

" والاربعین لابن ودعان، و فضائل العلماء لمحمد بن سرور البلخی"۔ (۴۲)

ان تفاصیل کی روشنی میں امام صاغانی کے اس رسالے کے مآخذ کی تعداد میں کئی کتب کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

۱۳۲ احادیث پر مشتمل اس رسالے کے مشتملات کے بارے میں مصنف مذکور لکھتے ہیں :

والوصیة لعلی بن ابی طالب، خطبة الوداع و آداب النبی ﷺ، و احادیث ابی الدنیا الاشج، و نسطور الرومی، و نعیم بن سالم، و دینار الحبشی، وابی هدیة ابراهیم بن هدیة"۔

اس طرح امام صاغانی نے موضوعات پر جو کام کیا ہے، وہ بہت مفید ہے اور غالباً صاغانی پہلے مصنف تھے، جنہوں نے اس موضوع کو صحیح معنوں میں سمجھ کر ایک نظام میں ڈھالا۔ صاغانی کا اس میدان میں ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد اسحاق لکھتے ہیں :

Al-Saghani is perhaps the first critic who has particularly imphasized on the nature of the

wording and the meaning of a hadith to be attributed to the prophet.

یہی وجہ ہے کہ امام صاغانی اس فن میں پیشوا تسلیم کیے جاتے ہیں اور ان کے بعد آنے والوں نے ان کا نام اور کتاب کا نام ذکر کرتے ہوئے، ان کی خدمات سے استفادہ کیا اور صاغانی کی کتب کو حوالے کی کتب کے طور پر استعمال کیا۔ چنانچہ الحسین بن عبداللہ الطیبی (م۷۴۳ھ) نے اپنی کتاب الختصر، محمد طاہر بن علی الھندی (م۹۸۶ھ) نے تذکرہ الموضوعات اور دیگر بہت سے مصنفین نے امام صاغانی کی کتابوں سے مواد نقل کیا ہے، جو ان کے سند ہونے اور قبولیت کی زندہ دلیل ہے۔

امام صاغانی سے پہلے ابن الجوزی (م۵۹۷ھ) اس موضوع پر کام کر چکے تھے۔ محدث صاغانی کے رسالہ موضوعات کا جب ان سے موازنہ کیا جائے، تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ امام صاغانی بلاشبہ حدیث کے بارے میں ابن الجوزی سے کہیں زیادہ وسیع نظر رکھتے ہیں۔ اور انہوں نے اس امر کی جانب خاص طور سے توجہ دی کہ جس حدیث کی نسبت رسول کریم ﷺ کی طرف کی جائے، تو لازم ہے کہ وہ حقیقی معنوں میں حدیث نبوی ہو۔ کسی اور کا کلام نہ ہو۔

لیکن اپنی تمام تر صلاحیتوں اور کوشش کے باوجود وہ اول و آخر لغوی تھے اور حدیث نبوی ﷺ، ابن الجوزی کی طرح، ان کا ثانوی فن تھا۔ اس لیے وہ اس میدان میں افراط و تفریط کا شکار ہوگئے۔ ایک طرف تو وہ رتن ھندی جیسے کذاب الحدیث کے اقوال کو اپنی تصانیف میں شامل نہ کر پائے، تو دوسری طرف وہ بعض ایسی احادیث کو بھی موضوع قرار دے گئے، جو جمہور محدثین کے ہاں صحیح اور حسن کے درجے تک پہنچی ہوئی ہیں۔ الکتانی نے اپنی تصنیف الرسالة المستطرفة میں صاغانی کے رسالہ موضوعات پر ان الفاظ میں تنقید کی اور ان کی افراط و تفریط کا جائزہ لیا ہے۔

وادرج فیهما (رسالتان) کثیرا من الاحادیث التی لم تبلغ درجة الوضع، فعد لذلك من المتشددین کابن الجوزی و صاحب سفر السعادة۔ (۴۴)

الکتانی کے اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ امام صاغانی بعض موضوع اور غیر موضوع احادیث میں فرق ملحوظ نہ رکھ سکے۔ چنانچہ صاحب تنزیہ الشریعہ لکھتے ہیں : " و فیھا الکثیر ایضاً من الصحیح والحسن، و مافیہ ضعف یسیر"۔ اس کی مثال میں یہ حدیث پیش کی جا سکتی ہے کہ امام صاغانی نے خطبہ حجۃ الوداع کو موضوع احادیث میں شامل کیا ہے، حالانکہ یہ خطبہ تمام محدثین کے نزدیک بالاتفاق حدیث صحیح کا درجہ رکھتا ہے۔(۴۵)

اس موضوع پر آخر میں یہ بات کہی جا سکتی ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، کہ موضوع احادیث پر امام صاغانی کے دو رسالے ہیں، جس کی تائید الرسالۃ المستطرفہ کے مصنف نے بھی کی ہے۔ لیکن امام صاغانی کے رسالہ فی الموضوعات تک ہماری رسائی نہیں ہو سکی۔ اگر یہ دونوں رسالے میسر آ جائیں اور ان کا موازنہ کیا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ کیا حقیقت میں امام صاغانی نے اس عنوان پر دو رسالے لکھے تھے؟ یا بعد کے لوگوں نے صاغانی کی ایک ہی تحریر کو دو مختلف نام لے کر دو الگ الگ رسالے قرار دے دیا ہے اور اگر ان میں احادیث کی کمی بیشی بھی ہو تب بھی ان میں مطابقت پیدا کرنے پر غور کیا جا سکتا ہے۔

اب ہم محدث صاغانی کی اس تصنیف کا ذکر کریں گے، جس نے علمی دنیا میں شہرت دوام پائی اور جس کی وجہ سے برصغیر میں خصوصاً اور اسلامی دنیا میں عموماً امام صاغانی کا طوطی بولتا رہا۔ اور جس کی روایت کے حصول کے لیے لوگ ہزاروں میل کا سفر پیدل طے کیا کرتے تھے۔ بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا، کہ علمی دنیا میں جس تصنیف نے پہلے پہل محمد بن حسن الصاغانی کو متعارف کرایا وہ ان کی یہی کتاب ہے۔ جسے مختصراً "مشارق الانوار" کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب اس قدر مشہور ہوئی، کہ اس کا ذکر مصنف کے نام کی ضمانت بن گیا۔ اور اس کتاب کی نسبت نے امام صاغانی کو اپنے لقب تک سے مستغنی کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ کمال الدین نے "مشارق الانوار" روایت کرنے کی جو سند خواجہ نظام الدین اولیاء کو دی اس میں صرف اتنا لکھا " وھما یرویانہ عن مصنفہ "(۴۶) اس طرح سے لغوی صاغانی مشارق الانوار کی بدولت نہ صرف علمی دنیا میں متعارف ہوئے، بلکہ وہ بحیثیت محدث

شہرت دوام حاصل کر گئے۔

یہ کتاب امام صاغانی نے بغداد میں قیام کے دوران خلیفہ مستنصر باللہ کے کتب خانے میں رکھنے کے لیے تصنیف کی۔ چنانچہ اس کتاب کی وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے حاجی خلیفہ رقم طراز ہیں: لخزانة مستنصر بن الظاہر بن الناصر"۔(۴۷) یہی الفاظ بعد میں رجال السند والہند میں بھی نقل ہوئے ہیں اور سیّد سلیمان ندوی نے اس امر کا اضافہ کیا ہے کہ انہیں اس کے عوض میں خلعت بھی عطا ہوا۔ جو بعید از قیاس نہیں ہے۔

خود امام صاغانی نے "مشارق الانوار" کے مقدمے میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ وہ اس کتاب کی تصنیف سے قبل " مصباح الدجی" اور "الشمس المنیرة" جیسی کتب حدیث تصنیف کر چکے تھے۔ اور ان دونوں کتابوں کی شہرت بھی عام ہو چکی تھی اور اس کے بعد انہوں نے دوسری اور بلند پایہ نیکی کے طور پر " مشارق الانوار" تصنیف کی۔

اس کتاب میں فاضل مصنف نے ایسی صحیح احادیث جمع کی ہیں، جو صحیح بخاری، صحیح مسلم یا ان دونوں کتابوں میں موجود ہیں۔ جن کی صحت و ثقاہت پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔ پھر جن کتابوں سے احادیث اخذ کی گئی ہیں، ان کے لیے اختصار (Abbreviation) مقرر کر دیئے گئے ہیں، جن کی تفصیل درج ہے۔ اور جن کے مطالعہ سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ ساتویں صدی ہجری میں مسلمان علماء اختصارات سے بخوبی آگاہ تھے۔

خ۔ بخاری
م۔ مسلم
ق۔ متفق علیہ۔

یہ اختصارات آج بھی محدثین کے ہاں رائج اور مستعمل ہیں۔

" مشارق الانوار" ترتیب کے لحاظ سے اپنی نوعیت کی غالبًا منفرد کتاب ہے۔ کیونکہ اس کتاب کو لغوی انداز میں، حروف تہجی کی ترتیب سے، نحوی عوامل کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے اور ہر باب میں ذیلی تقسیمیں کرتے وقت فصول سے حدود فاصل قائم کی گئی

ہیں اور ہر فصل کی احادیث حروف تہجی کے لحاظ سے مرتب کی ہیں۔ اس طرح گویا یہ کتاب حدیث کی لغت بن گئی ہے۔ اگر ہمیں کوئی لفظ یاد ہو تو ہم اسے لغت میں سے فوراً تلاش کر لیتے ہیں۔ بعینہ اسی طرح اگر کسی صحیح حدیث کا ابتدائی لفظ یا حصہ کسی کو یاد ہو، تو متعلقہ حدیث کو امام صاغانی کی "مشارق الانوار" میں کسی دقت اور ضیاع وقت کے بغیر جلد تلاش کیا جا سکتا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ اس امر پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔ کہ کمپیوٹر کی ایجاد سے صدیوں پہلے مسلمان علماء اس طرح مرتب انداز میں مواد پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے کہ احادیث کے وسیع ذخیرے سے مطلوبہ حدیث اور اس کا صحیح متن جلدازجلد تلاش اور حاصل کر لیا جائے۔

"مشارق الانوار" درج ذیل ابواب پر مشتمل ہے۔

الباب الاول فی ما ابتدائه "بمن" الاستفهامیه

الباب الثانی فی "ان" وفیه عشرة فصول

الباب الثالث فی "لا"

الباب الرابع فی "اذ" و "اذا"

الباب الخامس فی "ما" و یاء

الباب السادس فی بعض الکلمات ۔ کقد ولد و بین

الباب السابع فی المبتداء المعروف وما اشبه ذلك

الباب الثامن فی العدد والاحلاف و فعل مضارع و مالم یسم فاعله و غیر ذلك الباب التاسع فی فعل ماضی و اقسامه

الباب العاشر فی لام التاکید وغیره

الباب الحادی عشر فی الکلمات القدوسیة

الباب الثانی عشر فی جوامع الادعیة

ان بارہ ابواب کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے، کہ شیخ صاغانی نے اس کتاب میں کس ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھا ہے؟ مذکورہ بالا بارہ ابواب کے متعلق گاز رونی نے

لکھا ہے ۔(۵۰) ان ابواب میں کل ۲۲۴۶(۵۱) احادیث مذکور ہیں۔ ہمارے پیش نظر جو نسخہ ہے وہ " تحفة الاخبار اردو ترجمہ مشارق الانوار" کے نام سے موسوم ہے، جس کے مترجم مولوی خرم علی ہیں۔ یہ اردو ترجمہ ۱۸۸۹ھ میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے طبع ہوا تھا۔ اس نسخہ کی رو سے "مشارق الانوار" کی احادیث کی تعداد ۲۲۶۹ ہے، یعنی اردو ترجمہ والے نسخے میں گازرونی کے نسخے سے ۲۳ احادیث زیادہ ہیں۔ چنانچہ زیر نظر کتاب میں حدیث کی اتنی ہی تعداد مع ترجمہ و مختصر تشریح درج ہے۔(۵۲)

امام صاغانی نے اپنی تصانیف کے طریق کار کے بارے میں اس طرح سے وضاحت کی ہے:

فمن اراد بشئی معانی هذا الکتاب ، فلا یتسارع الی القدح والتزیف والنیة الی التصحیف والتحریف، حتی لمصادر الاصول التی استخرجته منها، والماخذ التی علی تلک الاصول، وانها تربی علی الف مصنف۔(۵۳)

اس رائے کا اظہار اگرچہ انھوں نے اپنی لغت کی کتاب مجمع البحرین کے بارے میں کیا ہے لیکن ان کے اس قول سے چند باتیں مترشح ہوتی ہیں۔

الف۔ وہ ہر بات ماخذ اور حوالے کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے۔

ب۔ اگر کوئی غلطی یا کمی نظر آئے، تو ممکن ہے کہ وہ قاری کی اپنی غلطی ہو یا اسے حقیقت احوال سے آگہی نہ ہو۔ اس لیے فاضل مصنف نے مآخذ کی جانب رجوع کرنے کی تلقین کی۔

ج۔ اگر پھر بھی غلطی دریافت ہوگئی، تو اس کی نسبت امام صاغانی کی طرف کی جا سکے گی کیونکہ وہ بھی انسان تھے۔

ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ امام صاغانی نے "مشارق الانوار" میں لغت کی کتابوں سے بھی زیادہ احتیاط سے کام لیا ہوگا، کیونکہ وہ صحیح احادیث کو عوام الناس میں متعارف کرانا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں صحیحین کی صرف قولی احادیث

نقل کی ہیں اور فعلی، سکوتی اور تقریری احادیث کو اس میں جگہ نہیں دی۔(۵۴) اور اسی طرح وہ صحیحین کی مانند صرف اصولی احادیث نقل کرتے ہیں، شواذ، متشابہات یا روایات بالمعنی وغیرہ کو شامل کتاب نہیں کرتے۔ جس سے کتاب کی اہمیت، افادیت اور مرتبے میں گراں بہا اضافہ ہوا ہے۔

تاہم "مشارق الانوار" کے شارح ابن الملک نے اپنی شرح میں اس امر کا جائزہ لیا ہے کہ امام صاغانی نے جو احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے اخذ کی ہیں، ان میں سے کون سی حدیث بخاری میں موجود ہے اور کون سی مسلم میں ہے۔ اور کون سی دونوں میں۔ ان کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ :

" ومنه على ما وقع من الضعف فى بعض المواضع من علامات غير مطابقة للواقع، فانه نسب الحديث الى الصحيحين ولم يكن فى احدهما، او اخرجه غير هما، اولم يكن يوافق اسم الراوى لما فيهما"(۵۵)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاغانی سے تخریج احادیث اور ان کے اختصارات کے تعین میں غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ ممکن ہے انسان ہونے کے ناطے شیخ صاغانی سے بھی بعض غلطیاں سرزد ہو ئی ہوں۔ لیکن ہماری رائے میں یہ "مشارق الانوار" کے ناقلین کی بعد کی کرشمہ سازیاں بھی قرار پا سکتی ہیں۔ کیونکہ امام صاغانی نے "مشارق الانوار" کے مقدمے میں لکھا ہے۔

" وهذا الكتاب حجة بينى و بين الله فى الصحة والارصادة والاتقان والمتانة" (٥٦)

اور اسی طرح امام صاغانی نے "العباب" میں بہت سے واقعات ذکر کیے ہیں، جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب کبھی صاغانی کو حدیث کے سلسلے میں کوئی سخت دشواری پیش آتی، تو ان حالات میں نبی اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت ہو جاتی اور امام صاغانی بصد ادب شارع علیہ الصلوۃ والسلام سے ان احادیث کی تصحیح کروا لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ فاضل مصنف نے اپنی کتاب کے دیباچے ہی میں اس امر کی جانب بھی اشارہ کر دیا ہے کہ اس کتاب کی

خوبی اور عظمت ہر شخص دریافت نہیں کر سکتا۔ یہ علماء ہی جانتے ہیں اور وہی علماء جانتے ہیں، جنہیں حدیث میں کمال اور ملکہ حاصل ہے۔

یہ کتاب چونکہ فقہی ابواب یا رواۃ کی ترتیب وغیرہ پر مرتب نہیں ہوئی، بلکہ نحوی عوامل اور حروف تہجی کے لحاظ سے مرتب کی گئی ہے۔ اس لیے امام صاغانی کے اس حسن ترتیب کو بے حد پسند کیا گیا اور اسے بجا طور پر حدیث کی لغت قرار دیا گیا۔ نیز اس لفظی ترتیب سے یہ خوبی بھی پیدا ہوگئی، کہ ایک مقام پر بہت سے مضامین نکھر کر سامنے آگئے ہیں جس کی بناء پر اس کتاب کی ترتیب میں مختلف اقسام کے مضامین ایک جگہ جمع ہو جانے سے یک گونہ قرآن حکیم سے مشابہت پیدا ہوگئی۔ گویا مختلف مضامین کا ایک گلدستہ کھل اٹھا ہے۔

"مشارق الانوار" کی انہیں خوبیوں کی وجہ سے اس کتاب کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔ اس کی بہت سی شروح، حواشی اور اختصار لکھے گئے۔ مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے اور طویل عرصہ تک پورے عالم اسلام کے دینی اور علمی مدارس میں یہ کتاب شامل درس رہی۔ اور ہندوستان کے تعلق سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حدیث کی یہ پہلی کتاب ہے جو ہندوستان میں متعارف ہوئی اور بقول ڈاکٹر محمد اسحاق نویں صدی ہجری کے وسط تک جون پور کے مرکز علم میں صاغانی کی "مشارق الانوار" اور بغوی کی "مصابیح السنۃ" کے علاوہ کوئی اور کتاب متعارف نہیں ہوئی تھی۔ (۵۷)

علامہ صباح الدین عبدالرحمٰن کا بیان ہے۔ "مشارق الانوار" کی اڑھائی ہزار سے زائد شروح لکھی گئیں۔ (۵۸) یہ بیان قدرے مبالغہ پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ صحیح البخاری جو حدیث کی مقبول ترین کتاب ہے۔ اس کی بھی اتنی شروح نہیں لکھی گئیں۔ اور علامہ ضیاء الدین برنی کی رائے ہے کہ اس کتاب مستطاب کو ہند سے بغداد تک جو مقبولیت نصیب ہوئی، وہ بیان سے باہر ہے۔ اور سید سلیمان ندوی کا قول ہے کہ ساتویں صدی ہجری کے شروع میں "مشارق الانوار" کے مصنف نے ہندوستان میں علم حدیث کی روشنی پھیلائی تاہم یہ روشنی گھر میں کم اور گھر سے باہر زیادہ پھیلی۔ (۶۰)

مصادر و مراجع

1. Muhammad Ishaq, India's contribution to the study of Hadith literature p45 DACCA 1958.

۲۔ رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، ص ۲۳، لکھنو، نول کشور، ۱۹۱۳ء

3. Muhammad Ishaq India contribution to the study of Hadith literature" p45

۴۔ صاغانی یا صغانی۔ صغانیاں کی طرف منسوب ہے۔ اہل عرب دریائے سرخ اور دریائے جیحوں کے درمیانی علاقہ کو "صغانیاں" کہتے ہیں۔ اس علاقہ کو اہل عجم چغانیاں کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔ چنانچہ صاغانی نے اپنی غیر مطبوعہ تالیف " مجمع البحرین، میں "صغن" کے مادہ کے ذیل میں لکھا ہے۔

الصغاية مثل السحابة من املاء هى معروفة ، وهى معربة صغانية ،
ومحمد بن اسحاق من ثقاة محدثين و غيره من الصغانيين ،
منسوبون الى بلدةتسمى" صغانيان" بما وراء النهر۔

۵۔ کفوی، اعلام الاخیار (قلمی) ترجمہ الصاغانی بحوالہ المعارف (اعظم گڑھ) ص ۱۲۵جلد۱۱

۶۔ عبدالحئ لکھنوی۔ نزھۃ الخاطر وبھجۃ المسامع والنواظر ج۱ ص ۱۳۰، حیدرآباد دکن، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، ۱۳۵۰۔۱۳۷۳ھ

۷۔ فوات الوفیات ج ا ص ۳۶۰

۸۔ مجلۃ کلیۃ الامام الاعظم ،ج ا عدد ا ، ص ۱۴۰ بغداد کلیۃ الامام الاعظم ۱۹۷۶

۹۔ امام محمد بن الصاغانی (م ۶۵۰ھ) نے عربی لغت میں بہت سی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ جن میں العباب الذاخر واللباب الفاخر۔ ۲۔ مجمع البحرین، ۳۔ کتاب الذیل والصلۃ قابل ذکر ہیں اور ان سب تصانیف کے مصورہ قلمی نسخے ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کی ڈاکٹر محمد حمیداللہ لائبریری میں محفوظ ہیں۔ امام صاغانی کی لغت کے موضوع پر شہرہ آفاق تصنیف "العباب الذاخر واللباب الفاخر" کی تحقیق کا مشکل کام پاکستان کے نامور محقق ڈاکٹر پیر محمد حسن (متوفی ۱۹۹۹ء) نے سرانجام دیا ہے۔ اور ادارہ تحقیقات اسلامی لغت کی یہ اہم کتاب طبع کر رہا ہے۔ العباب کی پانچ جلدیں چھپ چکی ہیں جبکہ چھٹی اور آخری جلد طباعت کے مراحل طے کر رہی ہے۔

۱۰۔ ڈاکٹر سامی مکی جامعہ بغداد کے کلیہ الآداب کے شعبہ عربی سے وابستہ رہے۔ انہوں نے امام صاغانی کی کتاب "الدرالملتقط فی تبیین الغلط" تحقیق و حواشی سے مزین کر کے مجلہ کلیہ الامام الاعظم کے پہلے شمارہ مطبوعہ ۱۹۷۶ء میں شائع کی ہے، دیکھئے ص ۱۳۹۔۱۷۱۔اس رسالے کا ایک نسخہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد کی ڈاکٹر محمد حمیداللہ لائبریری کے شعبہ مجلات میں محفوظ ہے۔

۱۱۔ مجلۃ کلیۃ الامام الاعظم ج ۱ ش ۱ ص ۱۴۰، ۱۹۷۶م

۱۲۔ نظام الدین اولیاء، فواد الفواد ص ۱۰۵ طبع لکھنو، نول کشور

۱۳۔ ذہبی شمس الدین، تاریخ الاسلام (ترجمہ صغانی) بحوالہ معارف اعظم گڑھ۔ج ۱۱

۱۴۔ احمد خان (الفاروق) الدراسات الاسلامیہ (سال ۱۹۷۰ء) ج ۵ ش ۲ ص ۵۔۳۰، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۷۰ء

۱۵۔ سرور الصدور (قلمی) ورق ۳۲ بحوالہ معارف اعظم گڑھ

۱۶۔ صاغانی، محمد بن حسن، العباب الذاخر واللباب الفاخر مادہ بضع۔

۱۷۔ بئر بضاعۃ، عہد رسالت مآب ﷺ میں ایک کنواں تھا جس کے بارے میں متعدد احادیث مروی ہیں اور ان احادیث سے فقہائے کرام نے بعض فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔

۱۸۔ ذہبی، شمس الدین، تاریخ الاسلام، وفیات سنہ ۶۵۰ھ جو امام صاغانی کا سن وفات ہے۔

۱۹۔ صاغانی، محمد بن حسن، الوباب الذاخر واللباب الفاخرہ مادہ فرط

۲۰۔ صاغانی، محمد بن حسن، مجمع البحرین، مادہ فرط

۲۱۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح ج ۱ ص ۳۰۱، طبع دہلی

۲۲۔ صاغانی، محمد بن حسن، العباب الذاخر، مادہ شوش

۲۳۔ ابن ابی مخرمہ، تاریخ ثغر عدن، ج ۲ ص ۵۲، لیڈن ۱۳۵۵ھ

۲۴۔ یاقوت حموی۔ معجم الادباء، ج ۳ ص ۲۱۸، القاہرہ ۱۹۵۷ء

۲۵۔ ابن ابی مخرمہ، تاریخ ثغر عدن ج ۲ ص ۵۲، لیڈن، ۱۳۵۵ھ

۲۶۔ الصاغانی، محمد بن حسن، العباب الذاخر مادہ سلسل

۲۷۔ الکتبی، محمد بن شاکر فوات الوفیات ج ۱ ص ۳۵۹، بیروت، دارالثقافۃ ۱۹۷۳ء۔۱۹۷۴ء۔

۲۸۔ نظام الدین اولیاء، فواد الفواد ص ۱۰۵، طبع لکھنو، نول کشور

۲۹۔ تحفۃ الاخیار اردو ترجمہ مشارق الانوار (مقدمہ) ص ۵

۳۰۔ ابن الملک، عبدالطیف، مبارق الازہار شرح مشارق الانوار ص ۱۷، القسطنطنیۃ ۱۹۲۳ء

۳۱۔ بروکلمان تکملہ ج ۱ ص ۶۱۵

۳۲۔ الدکتور السامی۔ مجلۃ کلیۃ الامام الاعظم (۱۹۷۶ء) ص ۱۲۳

33. **Muhammad Ishaq, India's contribution to The study of Hadith literature p230**

34. **Zubaid Ahmad, Indian contribution to Arabac literature p294 Lahore, Shekh Muhammad Ashraf, 1967.**

۳۵۔ صدیق حسن خان اتحاف النبلاء ، کانپور، مطبع نظامی، ۱۲۸۸ھ، (بحوالہ زبید احمد ص ۲۹۴)

۳۶۔ بروکلمان، تکملہ ج ۲ ص ۶۱۵

37. **Zubaid Ahmad Indiam contrulation to Aralac leterature p230**

۳۸۔ تذکرہ النوادر

۳۹۔ صباح الدین عبدالرحمٰن، بزم مملوکیہ ص ۳۲، اعظم گڑھ دارالمصنفین ۱۹۵۴ء

۴۰۔ مجلۃ کلیۃ الامام الاعظم ج ۱ ش ۱، (۱۹۷۶) ص ۱۴۳

۴۱۔ مجلۃ کلیۃ الامام الاعظم (بغداد) ص ۱۴۳

۴۲۔ الصاغانی محمد بن حسن، الدرالملتقط فی تبیین الغلط (تحقیق ڈاکٹر سامی) مطبوعہ مجلہ کلیۃ الامام الاعظم ج ۱ ش ۱ (۱۹۷۹ء) ص ۱۴۸ مقدمۃ لآداب۔

43. **Muhammad Ishaq, India,s contribution to the study of Hadith Literature p230**

۴۴۔ الکتانی، الرسالۃ المستطرفہ ص ۱۲۴ ، دمشق، دارالفکر، ۱۳۸۳ھ

۴۵۔ صاغانی۔ الدر الملتقط فی تبیین الغلط مسلسل حدیث نمبر ۹۴

۴۶۔ سیر الاولیاء ص ۱۰۴

۴۷۔ حاجی خلیفہ ، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ج ۲ ص ۱۹۸۸ء، استانبول ۱۳۶۰ھ

۴۸۔ اطہر مبارکپوری، رجال السند والہند ص ۱۰۲، طبع دمشق ۱۹۵۸ء

۴۹۔ سلیمان ندوی (مدیر) ماہنامہ معارف اعظم گڑھ ج ۲۳ ص ۲۵۲

۵۰۔ الگازرونی۔ مشارق الانوار کے قدیم اور مشہور شارح ہیں۔ ان کا پورا نام "سعید بن حجر بن مسعود الگازرونی ہے۔ ان کی شرح کا نام "المطالع المصطفویہ" ہے۔ شارح کی وفات ۷۵۸ھ میں ہوئی ۔ گازونی کی شرح اس حقیقت کی عکاس ہے کہ اپنی تدوین کے بعد ایک صدی سے بھی کم عرصے میں محدث صاغانی کی "مشارق الانوار" کو مسلمان علماء میں قبولیت کا درجہ حاصل ہو چکا

تھا اور محدثین کرام اس کی شروح لکھ رہے تھے۔

۵۱۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون ج ۲ ص ۱۹۸۸

۵۲۔ خرم علی، مولوی(خرم) تحفۃ الاخیار اردو ترجمہ مشارق الانوار ص ۶ لکھنو نول کشور ۱۸۸۸ء

۵۳۔ صاغانی ، محمد بن حسن، مجمع البحرین (قلمی) ص ۱ ۔ محفوظ کتب خانہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔

۵۴۔ تحفۃ الاخیار ص ۶۔ لکھنو نول کشور ۱۸۸۸م

۵۵۔ لن الملک۔ مبارق الازھار فی شرح مشارق الانوار ، ص

۵۶۔ تحفۃ الاخیار ترجمہ مشارق الانوار ، ص ۱۷، نول کشور ۱۸۸۸م

57. Muhammad Ishaq, India,s contribution to the study of Hadith Literature p75.

۵۸۔ صباح الدین عبدالرحمٰن، بزم مملوکیہ ، ص ۳۴۔ اعظم گڑھ دارالمصنفین ۱۹۵۴ء

۵۹۔ برنی، ضیاء الدین، ماہنامہ ذوالقرنین (بدایوں نمبر) ص ۱۷

۶۰۔ سلیمان ندوی، حدیث میں ہندوستان کا حصہ ، ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، ج ۲۳، ص ۲۵۲۔